ڈاکٹر پروین کلّو
استاد شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

روسی فکشن کا دورِ عروج: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Dr Parveen Kallu

Department of Urdu, G C University, Faisalabad

An Analytical and Research Study of Russian Fiction's High Era

The beginning of Russian literature started from religious songs , but after the foundation of church ,the tradition of translation of religious scholar's sayings , preaching , and copies of letters was set .The great Russian writers used their energies to translate foreign books in 18th and 19th century . Prose was dominating up till 19th century . In this period novel , fiction and drama were presented to us with a new form . Belanski, Charnisheoshi, Pimsimski, Goncharof, Lurmintof , POshkin, Gogool , Tarkhniof , Dastofski and three representatives of this exalted period Tolystoy , Chekhof Khorki emphasized the subject of the life of the people .They addressed social and economical problems of the people in their novels and fiction .By clarifying worldly characteristics of Russian literature , we see a dreadful form of realism in this period. A short but excellent history of Russian period encircled on century which is the 19th century according to Jesus cylinder . In this century excellent literature was created . We can hardly see such a kind of huge and excellent creation of literature in the worlds.

روسی ادب کا آغاز مذہبی گیتوں سے ہوتا ہے۔ ابتدائی قصے کہانیوں کا موضوع بھی مذہبی ہی تھا۔ سلاف نسل جو روس میں آباد ہو رہی تھی ان کی کوئی تحریری زبان نہیں تھی۔

''ابتدائی ادب جو مذہبی موضوعات پر مشتمل تھا، وہ پرانے چرچ کی سلیوونک زبان میں لکھا گیا جس میں مشرقی سلیوونک (Salvonic) بولیوں کے الفاظ بھی مزید اضافہ کے ساتھ شامل تھے اور مذہبی رسموں کے گیت اُس زمانے سے چلے آ رہے ہیں۔ جب روسی عیسائی نہیں ہوئے تھے جنگل، سورج، چاند، جاڑے، گرمی، پالے

وغیرہ کی مختلف ناموں سے پرستش کیا کرتے تھے۔کسی زمانے میں روس کے اس فطرت پرست مذہب کے تہواروں کا باقاعدہ سلسلہ تھا اور ہر تہوار کے لیے گانے اور ناچ اور داستانیں مخصوص تھیں۔''(۱)

کلیسا کی بنیاد پڑتے ہی مذہبی بزرگوں کے مقولوں وعظوں اور خطوں کو نقل اور ترجمہ کرنے کی رسم جاری ہوگئی راہبوں نے اپنے زمانے کی یادگار قائم رکھنے کے لیے وقائع نگاری شروع کر دی نس طور کی تصنیف وقائع نگاری کا پہلا نمونہ ہے۔یورپ کے زیر اثر ہونے سے بہت پہلے عوام نے قصے کہانیوں' پہیلیوں اور داستانوں کا کافی ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔یہ قصے کہانیوں کا سلسلہ بھی زمانہ جاہلیت سے شروع ہوتا ہے جب ہوا' سورج اور سردی وغیرہ زندہ ہستیاں سمجھی جاتی تھیں اور انسان کا ذکر اگر کیا بھی جاتا تو محض اس کی اپنی نیک نیتی اور دیوتاؤں کی قدرت دکھانے کے لیے کیا جاتا تھا علاوہ ازیں زمانہ جاہلیت ہی سے وہ کہانیاں بھی تصنیف ہونے لگیں جن کے کردار جانور ہیں یہ قصے زیادہ تر مزاحیہ ہیں اور ان میں عموماً لومڑی جیسے چالاک جانور دوسرے جانوروں کو بیوقوف بناتے دکھائی دیتے ہیں۔

''ان دنوں روس میں جرمن فلسفے کا بڑا چرچا اور ''بیلنسکی'' کے ابتدائی زمانے کے مضامین اسی کے رنگ میں ڈوبے تھے لیکن گوگول کی تصانیف پڑھنے سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور پھر فلسفے کی جگہ زندگی اس کا معیار بن گیا۔ ''بیلنسکی'' نے ادب اور ادیبوں دونوں کی بڑی خدمت کی۔۱۸۳۶ء سے مرتے دم تک وہ روس کی ادبی دنیا کا بادشاہ مانا جاتا تھا۔''(۲)

سترہویں صدی میں روس میں مغربی اثرات داخل ہوتے ہیں اس دور میں غیر ملکی ایڈونچر اور رومانس روسی ادب میں داخل ہوا۔یورپی اثرات سے پہلے روسی زبان میں نازک احساسات وخیالات ادا کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں بڑے بڑے روسی ادیبوں نے اپنی توانائیاں غیر ملکی کتابوں کے ترجمے کرنے میں صرف کیں۔یہ تراجم مذہبی اور سیکولر دونوں طرح کے تھے۔پادری سلوسٹر کی کتاب ''گھر کا نظام'' اور ''امید کرب سکی'' کے خطوط تیرہویں صدی سے اٹھارہویں صدی کی ادبی یادگاریں ہیں۔یورپ سے واپس آ کر ''کارامزن'' نے دو تاریخی ناول لکھے ''غریب لی زا'' اور ''نتالیا نواب زادی'' جو روس میں رومانی اثرات کا پیش خیمہ تھے۔

سوماروکوف روس کا پہلا ڈرامہ نویس تھا اس نے نوالمیہ اور پچاس مزاحیہ ڈرامے لکھے۔کیتھرین دوم نے بھی آرٹ کی سرپرستی کی اس نے بہت سے ڈرامے لکھے ہرٹسن نے دو ناول لکھے ''کس کی خطا'' ہے اور ''ڈاکٹر کروپوف'' جن میں چند رسموں پر اعتراض ہے یورپ دوست ناول نویسوں میں ایوان ترگنیف' پسم سکی اور شچدرن کے نام اہم ہیں۔

۱۸۴۰ء سے ۱۸۷۰ء تک روس میں ایسے حالات تھے کہ صرف ادب کے ذریعہ ہی ترقی پسند خیالات کا اظہار ہوسکتا تھا اور ہرزن، بیلنسکی، چرنیشوسکی ایسے روسیوں نے اپنے وقت کے معروف خیالات پر قلم آرائی بھی کی۔لینن نے ان کی ہر قابلِ قدر بات کو اجاگر کیا اور روسی ادب کے سماجی موضوع پر زور دے کر اُس کی عالمگیر خصوصیات کو بھی واضح کیا۔

انیسویں صدی کے یورپ کی شہنشاہیّت ان قوموں کی شہنشاہیّت سے بالکل مختلف تھی۔یورپ اپنی مصنوعات کی کھپت کے لیے منڈیاں اور ان منڈیوں سے خام پیداوار چاہتا تھا۔صنعتی اور مشینی انقلاب نے یورپ میں سرمایہ دارانہ تہذیب پیدا کی۔

''انیسویں صدی میں مشینوں کی ایجاد اور مصنوعات کی کثرتِ پیداوار نے یورپ کے صنعتی ملکوں میں مزدوروں کا ایک نیا طبقہ پیدا کر دیا تھا۔یہ طبقہ کسانوں سے مختلف تھا۔کسان اپنی خوش حالی یا بربادی کو مافوق البشر عناصر سے وابستہ کرتا تھا لیکن مزدوروں کے سامنے ایسے عناصر موجود تھے جو ان کے افلاس کا سبب بن رہے تھے۔مافوق البشر عناصر کسانوں کی رسائی سے باہر تھے لیکن مزدور اُن انسانی عناصر کو دیکھ رہے تھے، جو اُن کی تباہی کے

اسباب بن رہے تھے۔ چنانچہ مزدوروں کی تنظیم شروع ہوئی ابتدا میں انگلستان کے مزدوروں نے مشینوں کو اپنا دشمن خیال کرتے ہوئے انہیں توڑنے پھوڑنے کی تحریک شروع کی لیکن ناکام ہونے کے بعد ٹریڈ یونین تحریک کا آغاز ہوا۔ انیسویں صدی کے وسط میں کارل مارکس نے سرمایہ اور محنت کے مسائل کو عملی صورت میں پیش کیا۔''(۳)

انیسویں صدی میں روس کو ایک ایسی ریاست کے طور پر جانا جانے لگا جو حال ہی میں پیٹر اصلاحات کی زد میں آئی تھی جو کہ یورپ سے متاثر ہوئی تھیں۔ اس لیے روس کے لوگوں کو اپنی تاریخ، باہر سے کھینچ کر لانا پڑتی ہے۔ اِس خلیج کو پاٹنے کے لیے بسا اوقات قدیم روسی ادیب عنوانوں، کرداروں اور واقعات کو کھینچ کر لاتا ہے جیسا کہ پوشکن کے (Boris Godunov) میخائل لرمنتوف کے (Pesnyaprokuptsa) اور ٹالسٹائی کی (Father Sergius) ہے۔ مگر صاف نظر آتا ہے کہ ان کاموں میں ایک روایت سے ٹوٹنے کے عمل کو جوڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بعض دانشور کہتے ہیں کہ روسی ادب میں روایت سے ٹوٹنے کی بات غلط ہے مگر یہ عمل کے روکنے کی بات روسی ادب میں اہم موڑ ہے۔ ٹالسٹائی "War and Peace" میں محسوس کرتا ہے کہ:

''روسی ادب کو مغربی روایت سے علیحدہ ہونے کی ضرورت ہے۔ مغربی مصنفّین سے روسی ادب متاثر تھا جبکہ انگریز اور فرانسیسی مصنفّین مختلف مکاتیبِ فکر کی خصوصیات اور نقائص کو زیرِ بحث لا رہے تھے تو اُس وقت روسی نقاد یہ بحث کر رہے تھے کہ ادب کو قائم رہنے کا بھی حق ہے یا نہیں۔''(۴)

ٹالسٹائی کے ناول ''جنگ اور امن'' کا تعلّق جس زمانے سے ہے اُس زمانے میں روس کے پڑھے لکھے اور اونچے طبقوں میں فرانسیسی بہت مقبول تھی۔ عام لوگ تو مادری زبان استعمال کرتے تھے لیکن امراء اور تعلیم یافتہ لوگوں کا اوڑھنا بچھونا فرانسیسی تھی۔ وہ بولتے بھی فرانسیسی اور لکھتے بھی فرانسیسی میں تھے۔ بعض لوگوں کو تو اپنی زبان آتی ہی نہیں تھی۔ جب روس کا فرانس کے ساتھ ٹکراؤ ہوا تو ان لوگوں کی رگِ حمیّت جاگی اور وہ روسی زبان کی طرف پلٹنے لگے۔ جیسا کہ ناول میں ''جولی کاراگینا'' اپنی سہیلی ''پرنس ماریا'' بلکونسکی کے نام اپنے ''فرانسیسی زدہ'' خط میں بتاتی ہے۔ بعض لوگوں کو اپنی زبان سیکھنے کے لیے باقاعدہ ٹیوٹروں کی خدمات حاصل کرنا پڑیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''جنگ اور امن'' میں فرانسیسی کا بکثرت استعمال ہوا ہے۔

''یورپ میں کوئی ایسی قوم نہیں جس کے افراد تھوڑی مدّت تک اس جانفشانی اور تیزی سے کام کر سکیں جیسے کہ روسی کرتا ہے، مگر استقلال اور اندازے سے زیادہ عرصے تک محنت کرنے کی صلاحیّت بھی کہیں اس قدر کمیاب نہیں۔ روسی ادب کو نظام اور نشوونما سے محروم رکھنے کی سب سے زیادہ ذمّہ داری قومی سیرت کی یہ خصوصیت ہے۔''(۵)

انیسویں صدی روسی شاعری کے سنہری دور کے طور پر شروع ہوئی۔ وہ لوگ، جو روسی ادب کے ترجموں پر یقین رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ روسی ادب صرف اور صرف نثر پر مشتمل ہے، اُن کے لیے اطلاعاً عرض ہے کہ روسیوں کے لیے ان کی شاعری کی روایت بھی اُتنی ہی اہم اور ناگزیر ہے جتنی نثر کی روایت اہم اور ناگزیر ہے!

" The romantic poet Vasily Zhukovsky is celebrated for several translations or adaptations that major poems in their own right, including versions of the English poet Thomas Gray's elegy written in a country church yard (1802 and 1839), Homer's Odyssey (completed 1847), and lord byrons's the prisoner of chillon: (1822)." (٦)

انیسویں صدی کے آخر تک روس کے ادب پر نثر چھائی رہی اس زمانے کے ڈرامہ نگاروں میں الیکساندر استروفسکی (جو روس کے باہر روس سے بھی زیادہ مقبول ہوئے) نے زندگی سے قریب کئی افسانے لکھے جو روسی تاجروں کے متعلق تھے۔ اس کا مشہور ڈرامہ ''ہمارا گھریلو معاملہ'' ہے! (۱۸۵۰ء) میں اس کا انگریزی ترجمہ فیملی افیئر (Family Affair) کے نام سے ہوا اور بہت مشہور ہوا اور اُس کا دوسرا مشہور و معروف ڈرامہ ''بادلوں کی گرج'' ہے! اس دور میں ناول اور افسانہ اور ڈرامہ نئی ہیئت میں ہمارے سامنے آتے ہیں: ''گوگول کی تصانیف میں روسی ناول اور ڈرامہ پہلی مرتبہ اپنی مخصوص اور دلفریب شکل میں نظر آتے ہیں! اُس وقت تک روسی ادیب، یورپی، مذاق کی پیروی کرتے رہتے تھے! گوگول نے ہمّت سے کام لے کر اپنی بات اپنے انداز سے کہی اور تعلیم یافتہ روسیوں نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا! اس کے زمانے میں رومانیّت کا اثر زائل نہیں ہوا تھا اور اس کی ایک جھلک ترگنیف کے افسانوں میں بھی ملتی ہے! ۱۸۳۱ء میں گوگول کی پہلی کامیاب تصنیف شائع ہوئی جس کا عنوان تھا: ''جکانا کے قریب ایک باڑی میں سُنی ہوئی کہانیاں۔'' افسانوں کے اِس مجموعے نے گوگول کو مشہور کر دیا!

> ''ان افسانوں میں دیہاتی زندگی کے قصّے اور مناظرِ قدرت کی نہایت دلکش تصویریں ہیں! گوگول کو زبان پر اتنی قدرت حاصل تھی کہ اُس کی باریک بین نظریں، اُس کا نازک احساس اور اُس کی ہمدردانہ ظرافت، اُس کی تحریر میں اپنا پورا کمال دکھاتی نظر آتی ہیں! اُس کے افسانوں میں مافوق الفطرت قوّتوں کا ذکر اکثر آتا ہے! جن بُھوت پریت چُڑیلیں اور شیطان، بے تکلّفی سے انسانی زندگی میں شریک ہوتے اور مداخلت کرتے دکھائی دیتے ہیں! تاہم جن لوگوں کی زندگی ایسے افسانوں میں بیان ہوئی ہے وہ سب اِن چیزوں کو مانتے ہیں! اسی لیے بُھوت پریت کے ذکر سے اِن افسانوں کی حقیقت نگاری پر کوئی حرف نہیں آتا!'' (۷)

''سرگئی تیمونے یوچ اکساکوف'' نے اس دور اور ماحول کی حقیقت کو تیز اور نکتہ بین نگاہوں سے دیکھا۔ اس کی حقیقت نگاری خود اُس کے اور دوسروں کے لیے اُمیّد کا پیغام بن گئی اکساکوف کی تصنیف ''ایک خاندانی داستان'' لطف، دلکشی، حقیقت نمائی اور سبق آموزی میں بہترین ناولوں میں سے ایک ہے۔ ''صوبہ اورن برگ کے شکاری کا روزنامچہ''، ''شکاری کے قصّے اور تذکرے''، اِن تصانیف میں وطن کے مناظر قدرت، اُس کی فضا اور اُس کے حیوانات و نباتات کا ذکر ہے۔ اسے اپنے وطن سے سچّی اور گہری محبّت تھی اِسی طرح ''خاندانی داستان'' میں جن لوگوں کی سرگذشت سنائی گئی ہے ان سے اکساکوف کو محبّت تھی وہ ان کی برائی اور بھلائی سب دکھاتا ہے اور یہ داستان روسی طرزِ معاشرت کی بہت صحیح اور سچّی تصویر ہے۔ محمد مجیب روسی ادیبوں اور ان کی تحریروں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''گریگوروِوچ، پی سم سکی اور گونچروف ''یورپ دوست'' ناول نویس شُمار ہوتے ہیں جو روسی قوم اور اس کے طرزِ معاشرت اور خیالات کی خامیاں اور برائیاں دکھاتے ہیں لیکن گریگوروِوچ فی الحقیقت اُن ''سلاف دوست'' ناول نویسوں میں شامل تھا جو اپنے مشاہدے سے نتیجے نکالتے تھے اور اپنی قوم کی تمام خامیوں کو تسلیم کر کے اُن کی توجیہہ بیان کرتے تھے اور اُن کوشش یہ ہوتی تھی کہ ایک فلسفۂ حیات تعمیر کریں اور ایک قومی نصب العین قائم کریں جو روسی فطرت سے مناسبت رکھتا ہو! گریگوروِوچ ایسا ناول نویس تھا جس نے تعلیم یافتہ روسیوں کو کسانوں کے حالات سے آگاہ کیا! اُس کے سب سے پہلے ناول ''ارگن والے'' میں پیٹربرگ کے غریبوں کی زندگی کی نہایت پر درد تصویر پیش کی گئی تھی۔'' (۸)

گریگوروچ کا ناول ''گاؤں'' جس میں ایک خاتون کا قصّہ ہے جو کسانوں کی شادی کا تماشا دیکھنا چاہتی ہے! اُس کی خواہش پوری کرنے کے لیے ایک کسان کی لڑکی ایک نوجوان سے بیاہ دی جاتی ہے۔ محمد مجیب لکھتے ہیں

> ''ان کی تصانیف میں اِصلاحی مقصد تھا اور اِس مقصد نے روسی قوم کے ضمیر کو اِس حد تک بیدار کر دیا کہ کسانوں کو

آزاد کرنے کی خواہش عام ہوگئی!(۹)

گریگوروو چ کے بعد عوام کی زندگی ناول نویسی کا ایک مستقل موضوع بن گئی اور اس دور میں حقیقت نگاری کی سب سے زیادہ ہیبت ناک شکل ہمارے سامنے آئی اور یہ زیادہ تر اُنہی ناول نویسوں کی تصانیف میں دکھائی دیتی ہیں، جنھوں نے عوام کی زندگی کو اپنا موضوع بنایا جیسا کہ ''ہزار روحیں'' نامی ناول میں روس کی قصباتی زندگی کے تاریک پہلو دکھائے گئے ہیں۔ پی سم سکی کے بعد حقیقت نگاری کا فرض ''پومیالوف سکی'' ''رے شت نی کوف'' ''لے وی توف'' نے ادا کیا اور ان کے کردار جو معاشرتی نظام کی ناانصافی محسوس کرتے ہیں اور اسے درہم برہم کرنا اپنا فرض بھی سمجھتے ہیں۔ ''رے شت نی کوف'' نے ''حضرات گلوموف'' میں (جس کا موضوع کوہِ اورال کی کانوں کے مزدوروں کے حالات کا بیان ہے) اُن دکھوں اور مصیبتوں کا ذکر کیا ہے، جن کا ہر غریب کو سامنا کرنا پڑتا ہے! علاوہ ازیں وہ ظُلم جو انسان اپنے آپ کو آزاد اور خود مختار پا کر دوسروں پر کرتے ہیں ''حضرات گلوموف'' میں اور بھی زیادہ بھیانک شکل میں نظر آتا ہے!

> ''اجنبی لوگوں'' میں رے شت نی کوف نے بڑی حد تک اپنی آپ بیتی سنائی ہے۔ اس کے ناولوں میں ہیرو نہیں ہوتے صرف انسانوں کے گروہ ہوتے ہیں۔ کسی کو کسی قسم کا امتیاز حاصل نہیں ہوتا اور مختلف افراد کی صورتیں او رسیر تیں بہت مشکل سے پہچانی جاتی ہیں۔ اسے انسانوں کی ذات سے زیادہ اس فضا سے سروکار ہے جس میں وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں! اُس کے ناولوں میں شروع سے آخر تک یہی فضا دلچسپی کا مرکز ہوتی ہے۔''(۱۰)

''۱۸۴۵ء میں تر گنیف کی پہلی نثری تصنیف ''شکاری کے مشاہدات'' ہے۔ اس کے بعد تر گنیف لمبے اور مختصر افسانے لکھتا رہا۔ جن میں ''گوشۂ عافیت'' ''خطوط'' ''یاکوف پاسن کوف'' سب سے زیادہ مقبول ہوئے! ۱۸۵۵ء میں اس کا پہلا ناول ''رودین'' شائع ہوا۔ ''رئیسوں کا اڈا'' (۱۸۵۸ء) اور ''صبحِ امید'' (۱۸۵۹ء) نے تر گنیف کی شہرت اور ہر دل عزیزی کو عروج پر پہنچا دیا پھر اُس نے ''باپ اور بیٹے'' ۱۸۶۱ء میں لکھا! جس کے بعد ''دھواں'' اور آخری ناول ''اچھوتی زمین'' لکھا۔ تر گنیف نے اپنے ناولوں اور افسانوں میں اس زمانے کا عکس اتارا ہے۔ ان کا افسانہ ''پونن اور بابورِن'' (۱۸۷۴ء) قابلِ صد توجّہ ہے! جس کا موضوع روس کے ''فضول'' لوگ ہیں! جو مَن چلے ہیں جو بلند آرزوئیں رکھتے ہیں مگر دل کے کمزور ہیں! روسی حقیقت نگاری کی عام صفت ہے کہ وہ معمولی انسانوں اور معمولی واقعات کو اس طرح پیش کرتی ہے کہ وہ دلچسپ اور نرالے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ احتشام حسین لکھتے ہیں کہ

> ''تر گنیف سے بہتر روسی زبان کسی نے نہیں لکھی۔ فصاحت اور بلاغت تمام تصانیف میں یکساں پائی جاتی ہے۔ اپنی زبان اور الفاظ کی دولت وہ اس سلیقے سے استعمال کرتا ہے کہ کہیں بھی کوئی زائد حرف یا جملہ نظر نہیں آتا اور محض اختصار اور ایجاز کے نقطہ نظر سے اس کی تصانیف اسلوبِ بیان کا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہیں۔ پلاٹ کی ساخت اور ناول کی شکل وصورت دینے میں تر گنیف کو استاد مانا جاتا ہے۔ حقیقت میں تر گنیف کے سوا دنیا میں کوئی ناول نویس نہیں گزرا جس کے قلم کی ذرا سی جنبش ہماری نظر کے سامنے ایک جیتی جاگتی صورت کھڑی کر دیتی ہے اُس کی تصانیف اشتعال انگیزی اور ہوس پرستی سے بالکل پاک ہے۔ تر گنیف نے حقیقت کو حسن کی نظر سے دیکھا ہے۔ اس کی تصانیف پڑھ کر کوئی مایوس اور روسی قوم یا نوع انسان کی طرف سے ناامید نہیں ہوسکتا۔''(۱۱)

دستوفسکی کے پہلے ناول ''غریب آدمی'' کا ۱۸۴۶ء میں ادبی حلقوں میں بہت چرچا ہوا۔ ۱۸۶۰ء کے دوران اُس نے اپنا ناول ''بے کس اور مظلوم'' لکھا۔ ۱۸۶۶ء میں ''جرم وسزا''، ''مجذوب'' ۱۸۶۹ء میں ''سدا سہاگی'' ۱۸۷۰ء میں اور ''بھوت پریت'' ۱۸۷۱ء میں لکھا! ط۔ انصاری لکھتے ہیں کہ

> ''دستوفسکی جس حقیقت کی تلاش میں نکلا وہ اس کے خیال میں خارجی زندگی اور بیرونی اثرات سے بہت کم تعلق

رکھتی تھی۔ اس وجہ سے اُس کے ناولوں میں واقعات کا بہت کم ذکر ہے۔ انسان کی اندرونی کیفیّات بہت تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ دستوفسکی نے بیماری کے بہانے سے نفسِ انسان کے ہزار ہا راز فاش کیے ہیں۔ ''سدا سہاگی''، ''ماموں کا خواب'' اور ''ستے پان چی کووو'' یہ موضوع کے اعتبار سے اُن ناولوں سے بہت مختلف ہیں جن کا سلسلہ ''مردوں کے گھر'' سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن دستوفسکی کا شروع کی تصانیف میں بھی وہی ہے جو بعد کے ناولوں میں پایا جاتا ہے۔''(۱۲)

دستوفسکی کا ''غریب آدمی'' گوگول کے افسانے ''لبادے'' سے ملتا جلتا ہے اس کا ہیرو بھی خاکسار اور مسکین ہے۔ ایک ''بیچارہ''، جس کا حال سن کر ترس آتا ہے۔ مگر ''غریب آدمی'' اور گوگول کے افسانے ''لبادے'' کی حقیقت نگاری میں بڑا فرق ہے۔ گوگول نے جگ بیتی سنائی اور دستوفسکی نے آپ بیتی، گوگول نے مصوّری کا کمال دکھایا ہے اور دستوفسکی نے مشاہدۂ نفس، گوگول کا ہیرو روسی قوم کا ایک فرد ہے اور دستوفسکی کا ہیرو ''جے دوش کن'' ایسا شکستہ دِل فرد ہے جس میں خودی کا اتنا احساس بھی باقی نہیں رہا ہے کہ وہ اپنی سنگدل معشوقہ کی اجازت کے بغیر ہنسے یا خوش ہو سکے! ''جرم و سزا'' اور ''بھوت پریت'' میں دستوفسکی نے جرم اور انکار اور بغاوت کے فلسفۂ حیات پر غور کیا ہے اور اپنے زمانے کے چند واقعات کو پلاٹ کے طور پر رکھ کر مجرم منکر اور باغی لوگوں کی نفسیاتی کیفیّات کو پیش کیا ہے۔ ظ۔ انصاری کچھ یوں رقمطراز ہیں۔ کہ

> ''۱۸۶۱ء کے بعد ''منکریت'' کی تحریک نے بہت زور پکڑا اور منکروں نے عوام میں بیداری پیدا کرنے کے ساتھ ہی روس کو اندرونی دشمنوں سے پاک کرنے کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ معمولاً ریاست کے بڑے عہدے داروں پر حملے کیے جاتے تھے لیکن ۱۸۶۵ء میں ایک طالب علم نے کسی بوڑھی عورت کو جو سود پر قرضہ دیتی تھی مار ڈالا اور عدالت میں بیان دیا کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ ہزاروں غریب آدمیوں کو ایک بَلا سے نجات دِلائی ہے۔''(۱۳)

''بھوت پریت''، منکریت کے فلسفۂ حیات اور ضمناً یورپ کی مادیّت کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے لکھّی گئی تھی۔ دستوفسکی نے اس مسئلے پر دو پہلوؤں سے غور کیا ہے ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ ایک وہ جس کا تعلّق عام تہذیب اور تمدّن سے ہے دوسرا وہ جس کا تعلّق انسانی شعور اور انسانی شخصیّت کی گہری ذاتی ضروریات سے ہے۔ دستوفسکی کے ناول علم، اخلاق، فلسفے اور مذہب کے نقطۂ نظر سے بلند پایہ اور بیش بہا تصانیف ہیں وہ محض قصّے کہانیاں نہیں ہیں! لیکن ایک آدھ رائے ایسی بھی ہے جو دستوفسکی کے خلاف جاتی ہے مثلاً یہ رائے ملاحظہ فرمائیے!

> ''دستوفسکی کے پلاٹ الجھے ہوئے ہیں۔ اکثر معمولی باتوں کو جو ناول کے موضوع سے کوئی خاص تعلّق نہیں رکھتیں انہیں بے جا طوالت دے دی ہے۔ اس کی زبان میں ایک ہذیانی کیفیت ہے۔ جوان موقعوں پر نہایت ناگوار ہوتی ہے۔ دستوفسکی کے دل میں سوز درد اور تڑپ ہے اور ان کے ناول میں ایک ہیجان ہے۔''(۱۴)

ظاہر ہے کہ اِس یک طرف رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا جو سراسر کج فہمی اور سطحیّت پر مبنی ہے! میخائل یف گرافووچ سالتی کوف شچدرن بھی دورِ عروج کا نمائندہ روسی ادیب ہے مگر وہ گوگول، ترگنیف اور دستوفسکی کی طرح زیادہ معروف نہیں ہے! شچدرن نے پہلا ناول ''ایک جھمیلا'' لکھا، افسانوں کا مجموعہ ''مفصلات کے مرقّعے'' کہلاتا ہے! ۱۸۷۶ء میں شچدرن کا ناول ''حضرات گولوف لیف'' شائع ہوا! علاوہ ازیں ''تاشکنت والے''، ''بڑے دن کی کہانیاں''، ''ایک شہر کی تاریخ''، ''مفصلات سے خطوط'' اور ''ہمارے زمانے کی شکل'' وغیرہ شچدرن کے معروف افسانے ہیں۔ محمد مجیب لکھتے ہیں۔ کہ

> ''اس کی طبیعت طنز کی طرف مائل تھی۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگ اس کے افسانے پڑھ کر ہنسیں اور پھر انہیں بھول جائیں۔ اس کے طنز اور تضحیک میں ایک زہر تھا۔ یہ زہر لوگوں کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ اُس نے اپنے افسانوں

> سے مختلف جرموں کا پردہ چاک کیا ہے۔ اور اُس نے ''حضرات گولوف لیف'' میں مذہبی جذبے کا روگ بھی ظاہر کر دیا تھا جو سچّی مذہبیّت کا سب سے بڑا دشمن ہے اور صرف عقیدت کی جڑ نہیں کاٹتا بلکہ اُن لوگوں کے روحانی تنزّل کا باعث بھی بنتا ہے!''(۱۵)

روسی نثری ادب کا دَورِ عروج ایک صدی پر محیط ہے جو عیسوی کیلنڈر کے مطابق انیسویں صدی ہے اور دورِ عروج کے تمام نمائندوں کا تعلّق اسی صدی سے ہے! گزشتہ صفحات میں ہم نے اِس دَور کے معروف نمائندوں گوگول، ترگنیف اور دستوفسکی کے ساتھ ساتھ قدرے کم معروف نمائندوں کا ذکر بھی کیا ہے اور حسبِ ترتیب اب ہم اسی سلسلے کے ایک اور کم معروف نمائندے سالتی کوف کے بارے میں ذکر کریں گے جس کی کہانیوں میں کسانوں کی زندگی دکھائی گئی ہے! سالتی کوف کا شمار روس کے تلخ زبان اور سخت گیر نقّادوں میں ہوتا ہے! اُس نے روسی قوم میں محبّت اور ہمدردی کا رشتہ دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے! لیکن اُسے اُس کی تلخ زبان اور سخت تنقید کی وجہ سے وہ پذیرائی نہیں ملی جو اُس کے خلوص اور ملک وقوم سے اُس کی گہری وابستگی کی بنیاد پر اُسے ملنی چاہیے تھی! ''سالتی کوف'' کے بعد ''لسکوف'' انیسویں صدی کی ساتویں اور آٹھویں دہائی کا نمایاں کہانی کار ہے! ۱۸۶۳ء میں اس کا پہلا افسانہ شائع ہوا جس کے دو سال بعد اُس کا ناول ''پس وپیش'' شائع ہوا اور پھر ۱۸۷۱ء میں ''چھری کٹاری'' نامی ناول شائع ہوا لیکن اُس کے یہ ناول سیاسی ہونے کی وجہ سے اُتنی مقبولیّت حاصل نہ کر سکے جتنی اُس کے بیشتر افسانوں کو حاصل ہوئی! اُس کے افسانے ''مقفّل فرشتہ'' میں مقدّس مورت کی چوریوں کا قصّہ ہے اور ''دنیا کے سرے پر'' ۱۸۷۶ء کا وہ افسانہ ہے! جس میں لسکوف نے عیسوی مذہب کے ایک مبلّغ کی سرگذشت سنا کر اپنی آزاد خیالی ظاہر کی ہے۔ ''کھبالوہار'' (۱۸۸۲ء) ''بڑے دن کی کہانیاں'' (۱۸۸۶ء) ''ڈکیتی'' اور ''برمحل قصّے'' (۱۸۸۷ء) اُس کے ایسے افسانے ہیں جو ظرافت سے معمور ہیں اور دلچسپ وحیرت انگیز سانحوں سے لبریز ہیں!

> ''لسکوف نے اپنے آخری ناولوں اور افسانوں سے ٹالسٹائی کی طرح اخلاقی تعلیم دینا چاہی۔ ''پہاڑ''، ''ایس کلوں کا رہزن''، ''خرگوشوں کی پرورش گاہ'' اور ''حسین آزا'' جو اُس دور کے بہترین افسانے ہیں، کسی قدر شہوت انگیز ہیں! بصیرت افروز ظرافت لسکوف کا حصّہ تھی۔ اُس کی زبان میں شستگی اور فصاحت ہے۔ اس کے ناولوں میں انوکھے محاورے عجیب عجیب اصطلاحیں، ابہام اور مستعمل مگر غلط الفاظ کثرت سے ملتے ہیں! اُس کی زبان میں شوخی اور رنگارنگی ہے اور اُس کی تحریروں میں مایوسی بالکل نہیں ہے۔''(۱۶)

لیو ٹالسٹائی دورِ عروج کے عظیم ترین نمائندوں میں سرِ فہرست ہے جس کی شخصیّت اور تصانیف میں روسی ادب، سیاست، اخلاق اور مذہب سر بلند ہوا! ٹالسٹائی نے اپنے زمانے کی آسودگی، اطمینان اور خود پسندی کی ایسی قلعی کھولی کہ ساری دنیا میں کھلبلی مچ گئی! ٹالسٹائی کی ادبی زندگی تین حصّوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے جن میں سے پہلا خالص ناول نویسی کا دور ہے جو ۱۸۷۶ء کے لگ بھگ ''آننا کارنینا'' کی تصنیف کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ دوسرا حصّہ اخلاقی اور دینی جدوجہد کا زمانہ ہے! یہ دور ۱۹۰۰ء میں ختم ہوا جس کے بعد ٹالسٹائی کی حیثیّت ایک اخلاقی معلّم کی سی ہوگئی۔ ان تینوں ادوار کا ٹالسٹائی کی زندگی سے وہی تعلّق ہے جو صبح، دوپہر اور شام کا آپس میں ہے۔ ٹالسٹائی لکھتے ہیں۔ کہ

> ''ادب، فن اور اخلاق کے چشموں کو مِلا کر اپنے دِل اور اس کے ساتھ ساری دنیا کی پیاس کو بجھانا چاہا۔ جس نے حجاب کی رسموں کو توڑ کر ادب کو دِین اور اخلاق صورت دکھائی اور قلم کی انتہائی قوّت میں بے چارگی پائی تو اسے اُٹھا کر پھینک دیا اور دِل کو ہاتھ میں لے کر دُنیا کے سامنے کھڑا ہوگیا!''(۱۷)

اس کی تصانیف میں حقیقت اور افسانے کے درمیان فرق ہی نہیں رہا۔ اس کے بیان میں ہم شروع ہی سے ایک بے تکلّفی، سادگی اور صفائی دیکھتے ہیں۔ پہلی تصنیف میں ''بچپن'' لکھّا اور جب ٹالسٹائی یونیورسٹی چھوڑ کر گھر چلا آیا تو اُس نے

''زمیندار کی صبح'' میں اُس وقت کی زندگی کا خاکہ لکھا جس میں حقیقت نگاری کو سوسائٹی کے لیے ایک تازیانہ بنا دیا! مگر ساتھ ہی محبّت اور انسانی ہمدردی کی چارہ سازی پر ایسا بھروسہ بھی دِکھا دیا! جو سچّائی اور حقیقت نگاری کی کڑی دھوپ میں سائے کی طرح پناہ دیتا ہے۔

ٹالسٹائی ۱۸۵۱ء میں قفقاز گیا! اِسی دوران وہ اپنی آپ بیتی لکھ رہا تھا۔ اس نے وہاں کے منظروں کی تصویریں بھی کھینچی ہیں۔ باقی روسیوں کے مقابلے میں زبان پر اُس کی گرفت زیادہ نہیں ہے لیکن اُس میں مشاہدے کی جو قوّت تھی وہ اس کے بیان میں ایک انوکھی تاثیر پیدا کر دیتی ہے۔

''حملہ آور''، ''برف کا طوفان''، ''کوسک''، ''گھر کے سکھ'' اور ''جنگ اور امن'' کے نام سے ٹالسٹائی نے جو ناول لکھے ہیں! وہ قصّے کی حد سے آگے نکل کر قومی زندگی کی تصویر بن گئے ہیں اور تصویر بھی ایسی گمبھیر ہے جو قومی معاشرت اور حالات کے چوکھٹے میں سمیٹے نہیں سمٹتی! ٹالسٹائی نے اپنی توجّہ روسی زندگی پر مرکوز کر رکھّی تھی۔ ''آنّا کارینینا'' میں ٹالسٹائی نے زندگی کی وہ وسعت نہیں دکھائی جو کہ ''جنگ اور امن'' کی امتیازی خصوصیت ہے اور وجہ شاید یہ ہے کہ اُس کا موضوع چند افراد کی زندگیوں تک محدود ہے!

ٹالسٹائی کی بحث علمی اور عقلی سے کہیں زیادہ قلبی اور روحانی ہے! اُس نے ریاست کے ظلم، دولت مندوں کی خود غرضی اور سطحی علم و تہذیب کے دھوکوں کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے اور اِس امر کی تلقین کی ہے کہ ظالموں اور گمراہ کرنے والوں سے قطع تعلّق کیا جائے! غریبوں کی محنت سے فائدہ اٹھانا اور ریاست کی خدمت کرنا بند کر دیا جائے! علاوہ ازیں ''آرٹ کیا ہے''، ''عوام کی کہانیاں''، ''عوام کی داستانیں''، ''اوان اِلیچ کی موت''، ''باطل کی قوّت''، ''سوناٹا''، ''آقا اور غلام'' اور ''نئی زندگی'' موضوع کے اعتبار سے اتنے مُنفرد اور فنّی نقطۂ نظر سے اتنے کامیاب کارنامے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی اور نہیں تو کم از کم ٹالسٹائی بذاتِ خود تو اپنے بے نظیر و بے مثال معیار پر ضرور پورا اُتر سکتا تھا!

لیو ٹالسٹائی کے بعد چیخوف، روسی ادب کے دَورِ عروج کا دوسرا عظیم نمائندہ ہے! جو ٹالسٹائی کی طرح روسی ادب اور عالمی ادب، دونوں کی بہ یک وقت اور بانداز دیگر نمائندگی کرتا نظر آتا ہے۔ ظ۔ انصاری رقمطراز ہیں۔ کہ

> ''چیخوف کو انسانی سیرت کا عکس اتارنے کا عمدہ ملکہ تھا۔ چیخوف کو افسانہ نویسی کے ایک نئے اور نرالے طرز کا موجد مانا جاتا ہے جو زندگی کی کیفیّات اور انسان کے احساسات بیان کرنے کے لیے اس قدر موزوں ہے کہ اُس نے فنّ افسانہ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ اُس کے قلم میں معمولی واقعات اور احساسات کو اِس صفائی اور وضاحت سے پیش کرنے کی قدرت تھی کہ اُس کے افسانے سیدھی سادی حقیقت کی بدولت لطیف اور دل کش ہو جاتے ہیں! چیخوف نے بہت سی نازک کیفیتّوں کو جو دوسرے ملکوں کے ناول نویسوں سے پوشیدہ رہیں، بڑی نکتہ رسی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چیخوف ہر شخص کو عاشق یا معشوق نہیں سمجھتا اور اُس نے انسان کے احساسات کو کسی ایک جذبے تک محدود نہیں رکھا!'' (۱۸)

چیخوف نے حقیقت میں ایسی جان ڈال دی ہے کہ وہ جو کچھ بیان کرتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یا دیکھ چکے ہیں۔

چیخوف نے عورت کو کسی صفت یا کسی عیب کا مجسّمہ نہیں ٹھہرایا، اس کے افسانوں کے نسوانی کیریکٹر سب انسان ہیں انسانوں کی خوبیاں خامیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ اُس کے افسانے حُسن اور عشق کی شعبدہ بازیوں سے خالی ہیں مگر اس کے باوجود ہزاروں دلچسپیاں ہیں اور وہ حقیقت کو بڑے دِل آویز پیرائے میں پیش کرتے ہیں!

''سادہ اور موثّر حقیقت نگاری کے بعد چیخوف کی سب سے قابلِ قدر صفت اُس کی ظرافت ہے۔ اُس نے افسانہ

نویسی کی بسم اللہ ظریفانہ قصّوں سے کی تھی۔ سنجیدہ، مستند انشاء پرداز بننے کے بعد اس کی ظرافت میں کوئی کمی نہیں ہوئی البتہ شائستگی آ گئی تھی۔ اُس کی ظرافت کھری اور سچّی ہے وہ عبارت اور الفاظ کی محتاج نہیں۔ اُس میں کسی کی تحقیر نہیں کی جاتی! کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہنستے ہنستے دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے اور آنکھ سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں، بے تکلّف ہنسی ہوتی ہے! چیخوف کسی کی ناکامی یا حماقت کا مذاق نہیں اڑاتا اور اُس کی آدم دوستی ہر حالت میں قائم رہتی ہے۔''(۱۹)

اُس کی زبان میں رس اور فصاحت ہے۔ اگر چہ چیخوف کی زبان روزمرّہ کی زبان ہے جس میں فصاحت اور بلاغت کو کوئی دخل نہیں! لیکن یہ زبان تصنّع سے بالکل پاک ہے! چیخوف کے قصّے ''آورد'' نہیں بلکہ ''آمد'' ہیں!

''روسی زندگی کا کوئی مسئلہ چیخوف کی نظر سے محروم نہیں رہا۔ چیخوف کے منتخب افسانے ڈھائی سو سے زیادہ ہیں۔ چیخوف کے افسانوں کی ابتداء ظریفانہ قصّوں سے ہوئی اُن میں زیادہ تر کا مقصد ہنسانا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جن میں درد، عبرت یا نصیحت کا پہلو بھی ہے! ''مقرّر'' ''بھٹکے ہوئے''، ''سنگ تراشی کا عجوبہ''، ''تہمت''، ''فالتو''، ''دھونس'' وغیرہ خالص ظرافت کے نمونے ہیں اور ''لاٹری کا ٹکٹ''، ''گرگٹ''، ''انتقام'' جیسے افسانوں میں چیخوف نے ہنسانے کے ساتھ انسانی سیرت کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے!''(۲۰)

چیخوف کے افسانوں کی دوسری قسم میں روسی سیرت اور روسی زندگی کی فضا دکھائی ہے! ''بے مزہ کہانی''، ''اچھے لوگ''، ''گھر پر''، ''بر سرِ راہ'' اور ''میری سرگذشت'' ایسے افسانوں کے مثالی نمونے ہیں! ''دولودیا''، ''مددگار''، ''بے بس مخلوق''، ''پُر اسرار فطرت'' عورتوں کی خودستائی اور خود فریبی، بناوٹی حوصلہ مندی اور روحانیت کے نقشے کھینچے گئے ہیں۔ ''چیخوف کے بہترین درد انگیز افسانے جن میں لطیف جذبات کی تصویر نہیں ہے، ''دشمن''، ''مصیبت''، ''آرزوئیں''، ''رانکا'' اور ''ایسٹر کی شام'' ہیں!

مختصر افسانوں کے علاوہ چیخوف نے لمبے قصّے اور افسانہ نما مضامین لکھّے ہیں! ''ڈیوئل'' اور ''ستپ'' یہ اس کے سب سے لمبے افسانے ہیں ان میں قابلِ ذکر خوبی نظر نہیں آتی جس کی اصل وجہ ان کی غیر ضروری طوالت ہے! لیکن اِن کے برعکس اُس کے افسانے نُما مضامین خصوصاً ''حسین چہرے''، ''بچّے''، ''گریشیا'' اور ''نیند'' وغیرہ بہت اچھے ہیں جو آناً فاناً دل و دماغ کی گہرائیوں میں اُتر جاتے ہیں۔ چیخوف کے ساتھ ساتھ روسی ادب کے دَورِ عروج کا ایک اور عظیم نمائندہ میکسم گورکی ہے جو ادب برائے ادب سے زیادہ ادب برائے زندگی بلکہ ادب برائے انقلاب کی خُصوصی پہچان رکھتا ہے!

''جس طرح روسی زندگی کا ایک بڑا دَور انقلاب پر آ کر ختم ہوتا ہے ویسے ہی ادیبوں کا ایک سلسلہ ہے جو انقلاب کے طوفان میں غائب ہو جاتا ہے! گورکی اس سلسلے کا آخری رکن تھا! روسی ناول نویسی کا ایک سلسلہ اس پر صحیح معنوں میں ختم ہو گیا! ٹالسٹائی کے بعد فلسفۂ معاشرت، دستوفسکی کے بعد نفسیات و روحانیّت اور چیخوف کے بعد تعلیم یافتہ طبقے کی عام زندگی کو جس نے ناول کا موضوع بنایا، وہ میکسم گورکی تھا!''(۲۱)

گورکی نے عوام کی زندگی، ان کے جذبات اور احساسات کی تصویریں کھینچ کر قومی زندگی کا مکمّل آئینہ بنا دیا۔ ۱۸۹۲ء میں اس کا پہلا افسانہ شائع ہوا اور اِسی افسانے سے میکسم گورکی کی مقبولیّت کا آغاز ہوا!

''گورکی کے ابتدائی افسانے روس کے جاہل اور غریب طبقے کا حال اس طرح دِکھاتے ہیں جیسے وہ مٹّی اور گھونگے ہیں جو جال کے ساتھ نکل آتے ہیں! ناظرین کو غریب کے گھر کا منظر دکھانے کے لیے گورکی چھت پھاڑ کر نہیں بلکہ اُسی دروازے سے لے جاتا ہے جس سے غریب خود داخل ہوتے ہیں اور غریب کا دل اس کے پہلو میں دھڑکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔''(۲۲)

''چلکاش''، (۱۸۹۵ء)، ''میرا ہم سفر'' (۱۸۹۶ء) اور ''مالوا'' (۱۸۹۷ء) گورکی کے پہلے افسانوں کے مجموعے ہیں جو زیادہ تر اُس آوارہ گردی کی یادگاریں ہیں جو گورکی نے اوڈیسہ اور جنوبی روس میں کی تھی۔ گورکی کے پہلے دَور کا کارنامہ ''چھبیس مزدور اور ایک لڑکی'' ہے اس کے علاوہ ''فوما گوردے یف'' (۱۸۹۹ء) ''تین آدمی'' (۱۹۰۱ء) ''ماتوبئ کوژ بمیاکن'' (۱۹۱۱ء) بھی بڑی حد تک کامیاب ہیں!

> ''فلسفے کے ساتھ ساتھ گورکی نے انقلابیات میں طبع آزمائی کی اور اُس کا ناول ''ماں'' (۱۹۰۷ء) ایک زمانے میں انقلابی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا لیکن جب انقلاب عمل میں آیا تو اندھا بھی دیکھ سکتا تھا کہ گورکی کے تخیّل کو اس راستے کی منزلوں کا اور نشیب و فراز کا پورا اندازہ نہیں تھا!'' (۲۳)

گورکی نے اُس طبقے کی نمائندگی کی جو تہذیب اور مہذّب لوگوں کی توجّہ سے محروم رہا تھا اور انقلابی حلقوں میں وہ پرانی تہذیب کی نمائندگی کرتا رہا! بیسویں صدی کے شروع سے جب اس کے انقلابی تحریک سے تعلّقات قائم ہوئے تو اُسے آدمی کی حیثیت سے ایک دنیا میں اور ادیب کی حیثیت سے دوسری دنیا میں رہنا پڑتا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ وہ انہیں ملا کر یک جان کرنے میں مسلسل خرچ ہوتا رہا!

> ''گورکی جن افلاس زدہ اور بدچلن روسیوں کا ہم سے تعارف کراتا ہے اُن کی فطرت، غربت اور بُری عادتوں کی زنجیروں میں بُری طرح جکڑی ہوئی ہے، اُن کے دلوں کو بُرے اعمال اور ارادوں نے سیاہ کر رکھا ہے اور اُن کے ماحول میں راہِ راست پر چلنے کی ترغیب دلانے والے اثرات اتنے کم اور کمزور ہیں کہ ہمیں اُن کے انسان ہونے اور زندہ رہنے پر تعجب ہوتا ہے! لیکن انسانیّت کی اِس عبرت انگیز بربادی میں بھی ایک روشنی کبھی کبھی نظر آجاتی ہے جس پر ہم اگر اپنی نظر قائم رکھ سکیں تو گورکی کے تمام ویرانے آباد معلوم ہونے لگتے ہیں۔ گورکی نے انسانیّت کے جوہر کو اپنی جستجو سے دریافت کیا ہے!'' (۲۴)

روسی فکشن کی تاریخ کا مختصر مگر شاندار دَور انیسویں صدی ہے جس میں غیر متنازعہ طور پر ادب کے شاندار شاہکار تخلیق ہوئے۔ یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ روس کی ادبی تاریخ کے شاہکار یعنی جتنا لٹریچر (۱۸۲۸ء تا ۱۹۱۰ء) ان دو دہائیوں کے دوران لکھا گیا! دنیا کے کسی ادب میں اتنے کم عرصے میں اتنی بڑی بڑی تخلیقات شاید ہی کہیں تحریر ہوئی ہوں۔

حوالہ جات

۱۔ The New Encyclopedia Britannica, Helem Benton Publishers 1943-1973, Page, 187.

۲۔ سجّاد ظفر، تہذیب عالم پر نئے اثرات، مرتّبہ پروفیسر فارغ بخاری، ۱۹۵۰، صفحہ ۱۸

۳۔ باری علیگ، کمپنی کی حکومت، نیا ادارہ لاہور، ۱۹۶۹ء، صفحہ ۳۷

۴۔ لیو ٹالسٹائی، ''جنگ اور امن''۔ مترجم شاہد حمید، پولیمر پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۴ء، صفحہ ۵۵

۵۔ یو پولیا کوف، سوویت معاشرے کی تاریخ، مترجم حبیب الرحمٰن، دارالاشاعت ترقی ماسکو، ۱۹۷۴ء، ص ۲۵۹

۶۔ Encyclopedia Britannica, Russian literature,internet links, page1

۷۔ Mikhailov, Literary Criticism, monthly soviet Literature, 1967, page139

۸۔ محمد مجیب، ''روسی ادب''، جلد دوم، انجمن ترقی اردو کراچی پاکستان، ۱۹۹۴ء، صفحہ ۵۲

۹۔ The New Encyclopedia Britannica, Language and literature, Volume 8, 1943, page 200

۱۰۔ سیّد احتشام حسین، ''روایت اور بغاوت''، لکھنؤ، ۱۹۵۶، صفحہ ۲۴۳

۱۱۔ Encyclopedia Britannica, Russian literature, Volume7,1943, page55

۱۲۔ ظ۔ انصاری، ''فیودر دستوفسکی'' ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء، صفحہ ۱۶

۱۳۔ ظ۔ انصاری، ''فیودر دستوفسکی'' ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء، صفحہ ۲۱

۱۴۔ ''فیودر دستوفسکی''، دیباچہ ''جرم و سزا''، مترجم، اقبال حیدر، آئی ای پبلیکیشنز کراچی، ۱۹۹۱ء، صفحہ ۱۵

۱۵۔ محمد مجیب، ''روسی ادب''، جلد دوم، صفحہ ۲۱۶

۱۶۔ Vitali Donchi Literary Criticism, monthly Soriet Literature 1968, Page 149

۱۷۔ لیو ٹالسٹائی، جنگ اور امن، صفحہ ۴۷

۱۸۔ ظ۔ انصاری، ''چیخوف زندگی اور فن''، المطبع العربیہ لاہور، ۱۹۹۹، صفحہ ۴۱

۱۹۔ انسائیکلو پیڈیا شخصیات، مرتّبہ مقصود ایاز و محمد ناصر، شعاعِ ادب لاہور، ۱۹۸۷ء، صفحہ ۲۱۸

۲۰۔ ظ۔ انصاری، ''چیخوف زندگی اور فن''، ۱۹۹۹ء، صفحہ ۹۶

۲۱۔ محمد مجیب، روسی ادب، جلد دوم، صفحہ ۳۴۴

۲۲۔ باری علیگ ''مقدمہ روسی افسانے'' مرتبہ سعادت حسن منٹو مکتبہ شعر و ادب لاہور، ۱۹۹۵ء، صفحہ ۱۳

۲۳۔ اختر حسین رائے پوری ''ادب اور انقلاب''، صفحہ ۱۰۶

۲۴۔ عبدالرحمٰن، دیباچہ تین راہی، میکسم گورکی، فکشن ہاؤس لاہور، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۳